Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN Online 2790-9972 ISSN PRINT 2958-0005
VOL 4, Issue4
dareecha.tahqeeq@gmail.com www.dareechaetahqeeq.com

محمد احمد اعوان

پی۔ایچ۔ڈی اسکالر اُردو، یونیورسٹی آف سندھ

عبدالخالق

ایم۔فل اُردو، یونیورسٹی آف سندھ

منیر نیازی کی غزل کا تجزیاتی مطالعہ

Muhammad Ahmed Awan
Ph. D Scholar Urdu, University of Sindh, Jamshoro
Abdul Khalique
M. Phil. Urdu, University of Sindh, Jamshoro

Analytical Study Of Munir Niazi's Ghazal

In Munir Niazi's ghazal, the matter of love is not only the problem of the lover but also the turmoil of the lover's self. In the modern era, just as the woman gained freedom, the role of the lover also changed is beloved also aware there. The grief of loss does not only make the lover sad, but the beloved is also tolerant of sorrows. The lover respects the beloved. Beloved, on the other hand, is a figure of innocence and does not understand how to hide the secret of love. The chaos of the homeland and the sufferings of the nation are the main references of his poetry. The rich use of metaphors and symbols in Munir's ghazals illuminate different horizons of meaning. There, the image of individuality is also positive in the eternal decoration of the ghazal. After the riots and partition of 1947, new symbols and metaphors were created to portray the sad events of migration and the new contemporary problems.

Key words: Munir Niazi, Ghazal, Khana-e-Kaaba, Intezar Hussain, Chand.

کلیدی الفاظ: منیر نیازی، جدید غزل، اسالیب۔ معشوق، کلاسیکی غزل

منیر نیازی کی غزل میں عشق کا گلستان روایتی پھولوں سے ہی آراستہ نہیں بلکہ منفرد و جدید رنگوں سے بھی آراستہ ہے۔ یہ رنگ عاشق اور معشوق دونوں کے کرداروں میں جلوہ گر ہوتا ہے جو انکی غزل کو کلاسیکی غزل سے منفرد اور جدید غزل کے مزاج کا تعین کرتا ہے۔ کلاسیکی نقوش میں دہلی اور لکھنو دونوں کے اسالیب کی جھلک نظر آتی ہے۔

انیس ناگی نے ایک انٹرویو میں منیر نیازی سے انکی غزل میں روایتی محبوب کی شکل اور روایتی عاشقانہ تراکیب کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے جواب دیا۔

"میں روایت سے منسلک رہنا چاہتا ہوں"(1)

منیر نیازی کی غزل میں محبت کا معاملہ محض عاشق کا مسئلہ نہیں بلکہ محبوب کی ذات کا آشوب بھی بنتا ہے۔ جدید دور میں جس طرح عورت کو آزادی حاصل ہوئی اسی طرح محبوب کے کردار میں بھی تبدیلی واقع ہوئی۔ ساعت ہجراں جہاں عاشق پر گراں گزرتی ہے۔ وہیں محبوب بھی آموزاری کرتا ہے۔ بچھڑنے کا غم محض عاشق کو رنجور نہیں رکھتا بلکہ محبوب بھی غموں سے دل برداشتہ نظر آتا ہے۔ عاشق محبوب کا احترام تو کرتا ہے۔ لیکن اس کی آواز میں تنومندی بھی نظر آتی ہے۔ وہ محبوب کی آنکھ میں آنکھ ملا کر بات کرتا ہے۔ دوسری جانب محبوب معصومیت کا پیکر ہے اور اس بات کا ادراک نہیں رکھتا کہ محبت کا راز کیسے چھپایا جائے۔

وطن کا آشوب اور قوم کے مصائب انکی شاعری کا بنیادی حوالہ ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت ہماری آنکھیں جن خوابوں سے منور تھیں۔ مازیت پرستی اور نفسانفسی کے گرداب میں اُلجھ کر بے نور ہو گئیں۔ ابھی چھوڑے ہوئے نگروں کی یاد تازہ تھی کہ نئے گھر کا وجود بھی حسرت بننے گا۔ ان کیلئے پاکستان صرف خطہ زمین نہیں بلکہ ان کے اخلاقی و روحانی آدرشوں کا استعارہ ہے۔

منیر اس ملک پر آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے

کہ حرکت تیز تر ہے، اور سفر آہستہ آہستہ (2)

پروفیسر فتح ملک منیر نیازی کے سیاسی وسماجی شعور اور جذبہ حب الوطنی کے حوالے سے اس طرح تجزیہ کرتے ہیں۔

"منیر کے ہاتھوں میں کوئی پرچم ہے نہ ہونٹوں پر کوئی نعرہ، اس کے باوجود اس کی غزل تک میں حسن ومحبت کی رنگوں اور نیرنگیوں سے کہیں زیادہ قومی زوال پر گھنی اُداسی کی فکر انگیز پرچھائیاں مرزاں ہیں۔"(3)

منیر نیازی کا سیاسی، سماجی اور عمرانی شعور انہیں بے چینی، ناانصافی اور بے حسی سے عملو تصویریں دکھاتا ہے۔ لیکن اس زوال میں بھی وہ امید کی معراج دیکھتے ہیں۔ وہ مسائلِ حیات اور منفی رجحانات کی عکاسی ضرور کرتے ہیں۔ لیکن زندگی کے مثبت رویوں کے خواہاں ہیں۔ وہ بنجر زمین میں چمن سازی کرتے ہیں۔ اور دشت کی ویرانی میں بھی تعمیر کی خور کھتے ہیں۔ زندگی کے حوالے سے اس مثبت اور صحت مند رجحان کے حوالے سے حنیف رامے لکھتے ہیں۔

"ان کے یہاں اُن شاعروں کی سی آفاقیت نہیں جو خدا، کائنات اور انسان کے رشتوں میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں۔ وہ تو ایک صحرائی پھول ہے۔ جو اپنے رنگ اور اپنی خوشبو سے قریب سے گزرنے والوں کو زندگی کے حسن کی ایک بھرپور جھلک دیکھاتا ہے۔ اور مسافر اس جھلک کو دلوں میں چھپانے آگے بڑھ جاتے ہیں۔"(4)

"اُن کی شاعری دراصل انکی شخصیت کی تخلیق اور جمالیاتی جہت کی عکاسی ہے۔ اس کا ایک رُخ اُن کی شاعری میں موجود مذہبی فلسفے اور طرزِ احساس پر مبنی ہے۔ تیسرے مجموعے "دشمنوں کے درمیاں شام" کا انتساب حضرت امام حسین رضہ کے نام ہے۔ چوتھے مجموعے "ماہِ منیر" کا انتساب حضور اکرم ﷺ کے نام ہے۔ اور آخری مجموعے "ایک تسلسل" کا انتساب خانہ کعبہ کے نام ہے جو تمام مسلمانوں کے مذہبی جذبات وعقیدت کا مرکز ہے۔ یہ انتسابات منیر نیازی کے مذہبی رجحان کے غماز ہیں۔

سرورالہدیٰ ان انتسابات کے حوالے سے اُن کے عقیدے اور ایمان کی بابت لکھتے ہیں۔

"جب عقیدے اور ایمان کے ٹوٹنے اور بکھرنے کی بات جاری ہو۔ ان حالات میں خدا، نبی ﷺ اور امام حسین رضہ کی خدمت میں اپنے شعری سرمایے کو پیش کرنا اپنے ایمان اور عقیدے کی عمارت کو مزید مستحکم کرتا بھی ہے اور ساتھ ہی کسی مشکل وقت میں خود کو بکھرنے سے بچانے کا ایک وسیلہ بھی"(5)

پروفیسر فتح محمد ملک، منیر نیازی کی رسول پاک ﷺ سے اس جذباتی وارفتگی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

"ہوایوں کہ ہم شہر صفا کا راستہ بھوک کر رفتہ رفتہ اُس شہر رسول ﷺ میں آپہنچے، جہاں ہر کام بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔ جہاں نہ تو اطاعت میں کوئی معنی باقی رہے اور نہ ہی بغاوت میں۔ اس ہولناک فضا میں منیر بے اختیار اللہ کو پکارتے ہیں۔ اور اپنے رسول اکرم ﷺ کو یاد کرتے ہیں۔ اس تمنا کے ساتھ کہ ہمارے سامنے شہر صفا کی راہیں ایک بار پھر منور ہو جائیں۔"(6)

واقعہ کربلا کے حوالے سے ایک اہم بات یہ کہ منیر نیازی کے پہلے شعری مجموعے کو نام "تیز ہوا اور تنہا پھول" ہے۔ اور اس عنوان میں بھی ظالم اور مظلوم کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے مجموعے کا نام "دشمنوں کے درمیان شام" ہے اور اس کا انتساب بھی حضرت امام حسین رضہ کا نام ہے۔ مجموعے کے نام اور انتساب کو آپس میں جوڑ کر دیکھیں تو واقعہ کربلا کی شناخت اجاگر ہونے لگتی ہے۔ منیر نیازی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس واقعے کا من وعن بیان نہیں کیا بلکہ اُس واقعے سے متعلق تلازمات کو عصری منظر نامے میں رکھ کر پیش کیا ہے۔ جو اُن کی فکری وفنی چابک دستی کا ثبوت ہے۔ انتظار حسین دشمنوں کے درمیان شام" میں موجود کربلا کی پیش کش کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"دشمنوں کے درمیان شام" کی نظمیں اور غزلیں پڑھتے پڑھتے کبھی آفت زدہ شہروں کی طرف دھیان جاتا ہے۔ جہاں کوئی خطر پسند شہزادہ رنج سفر کھینچتا جانکلتا تھا اور خلقت کو خوف کے عالم میں دیکھ کر حیران ہوتا تھا۔ کبھی عذاب کی زد میں آئی ہوئی ان بستیوں کا خیال آتا ہے۔ جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ کبھی حضرت امام حسین رضہ کے وقت کا کوفہ نظروں میں گھومنے لگتا ہے۔ اس کے باوجود منیر نیازی عہد کی شاعری کرنے والوں سے زیادہ عہد کا شاعر نظر آتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُس نے اپنے عہد کے اندر ایک آفت زدہ شہر دریافت کیا ہے۔ منیر نیازی کا عہد منیر نیازی کا کوفہ ہے۔"(7)

منیر نیازی کی شعری انفرادیت اُن کے اسلوب اور طرزِ ادا میں ہے۔ جس کا تعلق ان کے ذرخیز تخمیل اور عمیق مشاہدے کے ساتھ ہے۔ رومانوی لب ولہجہ، عصری وسیاسی شعور اور تجسس ان کی شاعری میں ایک جہان تازہ کی بنیاد رکھتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اُن کا علامتی واستعاراتی نظام ظہور پذیر ہوتا ہے۔ جو پوری طرح خود کفیل ہے۔ وہ مفرد اور مرکب کے ذریعے معانی کا ایک لامتناہی سلسلہ تخلیق کرتے ہیں۔ جس میں ذات سے سماج تک کے تمام رنگ جلوہ گر ہیں۔

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، منیر نیازی کی علامتوں کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"منیر کی غزل میں استعارات اور علامات کا بھرپور استعمال جہاں معنی کے مختلف آفاق روشن کرتا ہے۔ وہاں غزل کی خارجی زیبائش میں بھی انفرادیت کا نقش ثبت کرتا ہے۔ انہوں نے ماحول کی کرب ناکی، اخلاقی و معاشرتی اقتدار کی شکست وریخت، 1947ء کی فسادات اور تقسیم کے بعد ہجرت کے اندوہ ناک واقعات اور نئے عصری مسائل کی تصویر کشی کیلئے نئی علامتیں اور استعارے واضع کیے۔"(8)

منیر کی شاعری کی سب سے اہم علامت شہر ہے۔ شہر بنیادی طور پر ڈپریشن ذہنی دباؤ، اجنبیت، مادہ پرستی، اظہار کی کمی اور بے مقصدیت کا حوالہ ہے۔ منیر نیازی کے ہاں شہر ان معانی کے علاوہ تنہاہی اور رومان منسلک ہے۔ نیازی شہروں کی اس مخدوش صورت حال کے باوجود مایوس نہیں اور خرابۂ حال کے آئینے میں فرد کا عکس دیکھتے ہیں۔ اصغر ندیم سید منیر نیازی کی اقلیم شعر میں شہروں کا تہذیبی زوال کے بعد رجائی رویئے کا یوں محاکمہ کرتے ہیں۔

"منیر نیازی ایک خوب صورت زندگی کو اپنے ارد گرد دیکھنا چاہتے ہیں۔ جہاں انسانی ماحول ہو۔ بدصورت اور مکروہ خیالات کا داخلہ اس میں بند ہو۔ پاؤں رکھنے کے لیے زمین، سانس لینے کیلئے تازہ ہوا ہو۔ لیکن بدقسمتی سے وہ ایسی بستی میں ہے جس کے پرندوں کو ڈرا دیا گیا ہے۔ اور درخت خالی ہوگئے ہی، شہر اپنے باطن میں خوف زدہ ہوگئے ہیں۔"(9)

ایک انٹرویو میں انہوں نے اس آرزوں بھرے نگر کی وضاحت اس طرح کی ہے۔

"منیر نیازی ایسا شہر بسانا چاہتے ہیں جو کثافتوں سے پاک ہو۔ اور انسانوں کی آزادی تحفظ اور سالمیت کا ضامن ہو۔"(10)

منیر نیازی کی غزل کا ایک اہم حوالہ چاند یا مہتاب ہے۔ یاد اور خواب اُن کی غزل کا بنیادی نکتہ ہیں۔ اس غیر مختتم سلسلے اور جمالیات کے ساتھ غیر معمولی دل چسپی کے نتیجے میں چاند کا ذکر اُن کی غزل میں بار بار ملتا ہے۔ فطرت کا یہ حسین مظہر کبھی ایک فطری خصوصیات کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے تو کبھی علامات کا روپ دھار کر معانی کا طلسم گر بنتا ہے۔

چاند نکلا ہے سر قریۂ ظلمت دیکھو
ہوگئی کیسی سیہ خانوں کی رنگت دیکھو
(ایک اور دریا کا سامنا، ص389)
نکلا جو چاند آئی مہک تیز سی منیر
مرے سوا بھی باغ میں کوئی ضرور تھا
(ایک اور دریا کا سامنا، ص211)

چاند کی تنہائی دراصل شاعر کے اپنے وجود کی تنہاہی ہے، مجموعی طور پر تنہاہی، جنوں خیزی، پراسراریت، روشنی اور حُسن علامت بنتا ہے۔ امجد طفیل، منیر نیازی کی غزل میں چاند علامت کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"چاند کا انسانی کیفیات سے گہرا تعلق ہے۔ چاند زمانہ قدیم سے حسن وجمال کا استعارہ ہے۔ اور جدید دور میں سائنسی انکشافات کے باوجود چاند کے استعاراتی معنوں نے اپنی معنویت کو برقرار رکھا ہے۔ منیر نیازی نے بھی چاند سے وابستہ جمالیاتی امکانات کو کھنگالا ہے۔ اور انہیں تخلیقی انداز میں اپنی غزلوں کے اشعار میں پیش کیا ہے۔"(11)

ہوا منیر نیازی کی نظم اور غزل دونوں میں بیک وقت زندگی اور موت کی علامت بنتی ہے۔ منیر نیازی کے شعری مجموعوں کے اسما پر غور کیا جائے تو دو مجموعوں "تیز ہوا اور تنہا پھول" اور "سفید دن کی ہوا" کے نام ایسے ہیں۔ جن میں ہوا کا ذکر ہے۔ ان مجموعوں کے ناموں میں ہوا سے متعلق مثبت اور منفی دونوں زوایہ ہائے نظر واضع ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

منیز نیازی کی ہاں ہوا، اسرار، خوف اور موت کی علامت ہے۔ یہ کریہہ صورت وارد ہوتی ہے۔ تو گلیوں پر سناٹا چھا جاتا ہے۔ اور پھر واپس جاتی ہے، تو شہروں کی رونقیں بھی بہا کرلے جاتی ہے۔"(12)

دراصل منیر نیازی کی شاعری جہاں روایت سے منسلک ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ وہیں اُن کا شاداب تخیل اور قوت اختراع اُن کی غزل میں ایسی فضا تیار کرتے ہیں۔ اور نقطیات کا ایسا ڈھانچہ بناتے ہیں۔ جس سے اُن کی غزل جدید ادب میں معتبر و منفرد ٹھہرتی ہے۔

حوالہ جات

1) ڈاکٹر انیس ناگی، استفسار از منیر نیازی، مشمولہ ماہ نامہ دانش ور، لاہور، شمارہ 27، 1990، ص 44
2) ایک اور دریا کا سامنا، ص 416
3) فتح محمد ملک، تحسین و تردید، راول پنڈی، اثبات، پبلی کیشنز، 1984، ص 242، 241
4) حنیف رامے، "کچھ منیر نیازی کے بارے میں" مشمولہ ہفت روزہ نصرت، لاہور، ماہ نامہ، یکم جنوری، 1961، ص 27
5) سرور الہدی "منیر نیازی۔۔ غزل کے آئینے میں" مشمولہ اُردو دنیا، دہلی، 25 مارچ، 2007ء، ص 25
6) فتح محمد ملک، "منیر نیازی کا شہر آشوب" ص 47
7) انتظار حسین، دیباچہ "دشمنوں کے درمیان شام" مشمولہ کلیات منیر، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، 2008ء، ص 272
8) ڈاکٹر ارشد محمود نشاد، اُردو غزل کا تکنیکی، ہیئتی اور عروضی سفر، لاہور، مجلس ترقی ادب، اگست 2008ء، ص 255
9) اصغر ندیم سید، "منیر نیازی، ص 497
10) انتظار حسین، ملاقاتیں، ص 106
11) امجد طفیل، منیر نیازی، شخصیت اور فن، ص 60
12) ڈاکٹر انور سدید، "اُردو نظم کی ایک علامت ہوا" مشمولہ علامت نگاری، مرتبہ اشتیاق احمد، لاہور، بیت الحکمت، 2005ء، ص 289